حافظ راشد الحق بن مولانا سمیع الحق صاحب
متعلم درجہ چہارم دار العلوم حقانیہ

میرے دادا جانؒ

کچھ یادیں، کچھ تذکرے اور بعض ناقابل فراموش واقعات

اسی ایک شخص کے بچھڑنے سے میری کئی صدیاں اُداس ہیں۔

میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو گھر میں ایک عجیب سا ماحول پایا اور یہ ماحول علمی سادگی اور نورانیت پر مبنی تھا۔ ہمارے گھر میں پاکیزگی اور حیا کی روشنی جل رہی تھی اور دراصل یہ روشنی اور نورانیت اور سادگی یہ حضرۃ داجی گلؒ (ہم لوگ گھر میں حضرت دادا جانؒ کو اسی نام سے یاد کرتے ہیں) کی ذات کی وجہ سے تھی اور وہی اس کے محور اور منبع تھے انہی کی برکات تھیں اور ہیں اور انشاءاللہ ہم پر تا قیامت رہیں گی۔

کہاں ہم کہاں یہ نکہت گل

حضرت داجی گلؒ کیا تھے اور ان کی خوبیاں کیا تھیں ان کے اخلاق کیسے ، ان کی صفات کیسی تھیں اور ان کی گھریلو زندگی کس طرح سے تھی تو اس کے بارے میں کچھ لکھنا بھی اپنے لیے احمقانہ جسارت سمجھتا ہوں یہ تو چھوٹا منہ اور بڑی بات ہوگی، کہاں ہم اور کہاں یہ نکہت گل، داجی گل کی شخصیت تو اظہر من الشمس تھی ان کا مقام ان کی صفات، ان کی خوبیاں، اخلاق تواضع، یہ تو سورج چاند اور ستاروں اور آسمانوں سے بھی زیادہ بلند و بالا واضح اور چمکدار تھے مجھ جیسے کم علم اور طفل مکتب کے لیے آپ کی ذات کے بارے میں کچھ لکھنا ناممکن سا ہے آپ کی صفات اور کمالات کا گننا تو سورج کی کرنوں، سمندروں کی لہروں اور ذروں کو جمع کرنے کے مترادف ہے لیکن ابا جان کا حکم اور استاذ محترم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کے اصرار پر کچھ واقعات اور مشاہدات اور چند ایک یادیں لکھنے کی جسارت کروں گا۔

> یہ جانتا ہوں کہ ہے شغل رائیگاں اپنا
> مگر نقوش آب رواں پر بنا رہا ہوں

اور شاید اسی وجہ سے بھی کہ خریداران یوسف میں میرا نام بھی شامل ہو جائے۔

ایک خواب

سب سے بڑی وجہ مضمون لکھنے کی حضرت داجی گلؒ کو ایک خواب میں دیکھنا تھا دراصل میں نے جب مضمون لکھنا شروع کیا تو ہمت بھی نہیں ہو رہی تھی اور نہ ہی اس کا حوصلہ ہو رہا تھا اور نہ ہی لکھنے کی طاقت اور صلاحیت تھی کہ داجی گل مرحوم کے بارے میں کچھ لکھ سکوں۔

اب بھی حضرت داجی گلؒ کو مرحوم لکھتے ہوئے قلم بار بار رک جاتا ہے اور انگلیاں کام نہیں کرتیں اور نہ ہی قلم کے سینے میں اتنی طاقت اور زور ہے کہ آپ کے کمالات و صفات گن سکیں اور نہ ہی الفاظ میں اتنی وسعت ہے اور نہ ہی جامعیت کہ آپ کی تعریف کر سکیں یا صفات گن سکیں۔

دراصل میں نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا ہال نما سا کمرہ ہے جس میں پرچے لکھے جا رہے ہیں ہم لوگ میزوں پر بیٹھے ہوتے تھے میں بھی پرچہ لکھ رہا تھا۔ تو اتنے میں دیکھا کہ داجی گلؒ سامنے کھڑے ہیں اور سب سے فرما رہے ہیں۔ کہ اب پرچے لے آؤ وقت ختم ہونے والا ہے۔ مجھ سے کہا کہ پرچہ داخل کر دو میں نے عرض کیا کہ تھوڑی سی جگہ باقی ہے، داجی گلؒ نے فرمایا کہ بیٹا جلدی کر اپنا پرچہ مکمل کر لو اور جمع کرا لو میں نے صبح یہ خواب استاذ محترم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کو درسگاہ میں سبق کے بعد سنایا۔ حقانی صاحب نے فرمایا کہ اب تو حضرت شیخؒ نے بھی تمہیں حکم دے دیا ہے مضمون جمع کرا لو جو بھی تھوڑا بہت یاد ہے اور ہمت سے کام لو اور مضمون مکمل کر لو۔

باطن ظاہر سے زیادہ پاک تھا

عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ قائدین اور پیر و مرشد بڑے بڑے علماء، مشائخ وغیرہ باہر سے تو بہت متقی پاک دامن اور اونچے کردار کے مالک نظر آتے ہیں لیکن وہ اندر سے بالکل کھوکھلے ہوتے ہیں باطن ان کا بہت مسخ ہوتا ہے لیکن میں الحمدللہ داجی گلؒ کے بارے میں بڑے فخر سے یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ جس طرح آپ کا ظاہر تو اس سے کہیں درجے زیادہ آپ کا باطن پاک صاف تھا اور عجز و انکسار زہد و تقویٰ اخلاق و شفقت مہمان نوازی دین سے محبت غلبہ اسلام یہ آپ کے زیور تھے اور یہی آپ کی زندگی کے اصول تھے۔

جب حضرۃ سحری کے وقت روتے

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ رمضان المبارک کی راتوں میں جب ہم سحری

کے لیے اٹھتے تو داجی گل رح کے رونے کی وجہ سے اکثر آنکھ کھل جاتی۔ پوری پوری رات نوافل میں کھڑے رہتے اور ذکر و اذکار میں مصروف رہتے اور بچوں کی طرح زار و قطار روتے تھے۔

داجی گل رح کو کس نے مارا ہے

بچپن کا واقعہ ہے کہ میں بالائی منزل پہ آیا کہ آج دیکھوں حضرت داجی گل رح کیوں رو رہے ہیں میں نے دادی جان سے کہا کہ داجی گل رح کو کس نے مارا ہے یا داجی گل رح کی کوئی چیز گم ہو گئی ہے یا بیمار ہیں انہیں تکلیف ہو رہی ہے، دادی مرحومہ نے سمجھایا کہ داجی گل رح اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور تم سب کے لیے دعائیں کرتے ہیں، کبھی تو داجی گل رح اتنا روتے کہ نیچے مسجد میں طلبہ تک کو خبر ہو جاتی کہ شیخ اٹھے ہوتے ہیں اور ذکر و اذکار میں مصروف ہیں یہ تو تقویٰ پرہیزگاری کا عالم تھا۔

بچوں سے پیار اور عیدی کا اہتمام

رمضان کے ختم ہونے کے بعد ہم سب بچوں کو عید کا انتظار رہتا اس لیے کہ اس دن ہم کو داجی گل رح سے پیسے ملنے ہوتے تھے اور عید گاہ تک داجی گل رح کے ساتھ گاڑی میں جانا ہوتا۔ داجی گل رح ویسے تو ہر وقت پیسے دیتے تھے لیکن عید کے دن کچھ زیادہ اہتمام ہوتا۔ ہم سب بچے سیڑھیوں کے نیچے آپ کا انتظار کرتے ایک قطار کی شکل میں اور سب سے پہلے نمبر پر میں کھڑا ہوتا اس لیے کہ بچوں میں سب سے بڑا میں تھا۔ داجی گل رح نیچے تشریف لاتے تو ہم سب بچے آپ سے نمبر نمبر پہ ملتے آپ بڑی شفقت سے ملتے اور ہمارے سروں پہ بڑی شفقت سے ہاتھ پھیرتے ایک ایک کو پیار کرتے اور عیدی دیتے داجی گل رح مذاق سے فرماتے کہ تم میرے لیے آئے ہو یا پیسوں کے لیے ہم کہتے کہ دونوں کے لیے کیونکہ دونوں بہت ضروری ہیں، داجی گل رح عید گاہ کے لیے ایک قافلہ کی صورت میں جاتے یہ وہ زمانہ تھا جب صحت ٹھیک تھی اور سارے راستے میں ذکر و اذکار اور تکبیرات کہتے اور ہمیں بھی پڑھنے کی تلقین فرماتے۔

بچوں کا سلام

مجھے وہ دن بھی کل کی طرح یاد ہیں جب ہم سب بچے کھیل رہے ہوتے تو داجی گل رح اچانک مدرسے یا مسجد جاتے ہوئے نظر آتے تو ہم سب یک آواز آپ کو سلام کہتے داجی گل رح سلام کا جواب بڑے پیار سے دیتے اور شفقت اور محبت سے ہمارے سروں پہ دست شفقت رکھتے۔ محبت اور شفقت کا یہ عالم ہوتا کہ ہم اگر دن میں دس مرتبہ بھی یہی عمل دہراتے (یعنی سلام کرتے) تو آپ ہر بار پہلے سے زیادہ محبت اور شفقت کے ساتھ سلام کا جواب اسی طرح دیتے جس طرح پہلے دیا تھا یہ تو آپ کی شفقت و محبت کا عالم تھا۔

جب ہوش آیا تو داجی گل رح کی گود میں تھا

اس طرح بچپن میں ایک دفعہ میں شدید بیمار ہوا۔ گھر میں اتفاق سے کوئی اور مرد موجود نہ تھا ابا جان پنڈی جمعہ پڑھانے گئے تھے میری حالت بہت خراب تھی اور بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی اوپر داجی گل رح کو کسی نے اطلاع دی آپ فوراً نیچے تشریف لائے اور غصے سے کہا کہ اب تک مجھے اطلاع کیوں نہیں دی پھر مجھے گود میں لیا اور دم ڈالنے لگے مجھے جب ہوش آیا تو داجی گل کی گود میں خود کو پایا وہ مجھے پانی پلا رہے تھے۔

اب بھی وہ لمحے یاد آ رہے ہیں تو قلم کو کثرت غم سے گھسیٹنا پڑ رہا ہے اور آنسوؤں کو صبر کے تالے لگانے پڑ رہے ہیں۔

تو داجی گل رح مجھے دروازے تک خود اٹھا کے لائے اور طالب علم کے سپرد کیا کہ فوراً اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ اس درجے کی محبت اور تڑپ تھی آپ کو بچوں سے۔

جمعہ کا دن، عید کا سماں

جمعہ کے دن ہمارے گھر میں عید کا سماں ہوتا تھا صبح سے ہی مہمانوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا داجی گل رح کو مسجد تک پہنچانے کی ڈیوٹی حامد بھائی اور میرے سپرد تھی نماز کے بعد سب مہمان اپنے شیخ پیر و مرشد سے ملتے پوری مسجد میں عجیب نورانی ماحول ہوتا اور ایک میلے کا سماں ہوتا ہم بچوں کے لیے۔ ہم مہمانوں کی خدمت بڑے شوق سے کرتے (چائے شربت وغیرہ سے) اور اس لیے بھی کہ داجی گل رح ہمیشہ مہمان نوازی کی تلقین فرماتے اور یہ آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ اور یہ آپ کا حکم بھی تھا اور اس خدمت میں ہم کو لذت بھی ملتی اور ثواب کی بھی توقع ہوتی۔

سب سے بڑی خوبی

شام کے وقت حضرت مریدوں شاگردوں اور طلبہ کے ساتھ گھر تشریف لاتے اور پھر ہم دونوں بھائی آپ کو اپنے کمرے تک لے جاتے اور آپ کو چائے وغیرہ پلاتے مجھ سے کبھی کبھی چائے کی پیالی میں شوگر کی گولیاں زیادہ ہو جاتیں تو آپ غصہ نہ ہوتے بلکہ نرمی اور شفقت سے فرماتے کہ بیٹا! پہلے گولی ہاتھ سے نکال لیا کرو۔ اس کے بعد پیالی میں ڈالا کرو ـــ

داجی گل رح کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ کبھی بھی غصہ نہ ہوتے بڑی سے بڑی غلطی پر بھی بلکہ ہمیشہ نرمی سے سمجھاتے اور نصیحت فرماتے اور دعائیں دیتے

داجی گل رح ہم سے چائے کے بعد مدرسے اور گاؤں کے حالات وغیرہ پوچھتے اور طلبہ کے مسائل وغیرہ دریافت کرتے اور اسباق کے معیار کے بارے میں معلومات کرتے اور ابا جان کے اسفار، حالات اور کام کے بارے میں پوچھتے۔ طلبہ کے بارے میں پوچھتے کہ طلبہ مطمئن ہیں یا نہیں،

کوئی تکلیف تو نہیں۔

بیرونِ ملک طلبہ کے لیے تعلیم کا اہتمام

راقم ابتدائی درجات پڑھنے کے لیے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی چلا گیا۔ دو اڈھائی سال بعد واپسی پر داجی گلؒ نے مجھ سے وہاں کے حالات، نظامِ تعلیم، رہائش ماحول وغیرہ کے بارے میں پوچھا، میں نے تمام احوال ان سے کہے اور یہ بھی بتایا کہ وہاں پر مختلف ممالک کے طلبہ بھی پڑھ رہے ہیں ان کے ساتھ مدرسے میں رہتا ہوں تو اس وقت انھوں نے یہ فرمایا کہ بیٹا میری بھی یہی خواہش ہے کہ یہاں حقانیہ میں باہر ممالک کے طلبہ بھی پڑھیں اور دینی علوم کو تمام دنیا میں پھیلائیں اور انشاء اللہ ہم بھی جلد یا بدیر بیرونِ ملک طلبہ کے لیے انتظام کریں گے رہائش وغیرہ کا، لیکن وسائل کی کمی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جس طرح سے حقانیہ ایک مسجد سے ایک عظیم یونیورسٹی بن گیا اسی طرح یہ بھی ممکن ہو جائے گا، اور داجی گلؒ کی یہ خواہش بھی انشاء اللہ پوری ہوتی نظر آرہی ہے۔ اور ابا جان اسی سلسلے میں نو آزاد مسلم ریاستوں کا دورہ بھی کر چکے ہیں اور عنقریب انشاء اللہ سینکڑوں کی تعداد میں طالب علم، علم کی پیاس بجھانے کے لیے دار العلوم حقانیہ جلد آئیں گے اس سلسلہ میں بہت کچھ پیش رفت ہو چکی ہے۔

حضرت داجی گلؒ کے ساتھ چند سفر

میں نے جب پہلا سفر داجی گلؒ کے ساتھ کیا اپنے گھر سے عیدگاہ تک اور وہ ان کی گود میں کیا اور پھر آہستہ آہستہ میرا معمول بن گیا بچپن میں آپ کے ساتھ سفر کرنے کا ایک واقعہ مجھے یاد ہے کہ جامعہ اشرفیہ لاہور دستار بندی کی تقریب ہو رہی تھی تو داجی گلؒ اور ابا جان اس میں شرکت کے لیے جا رہے تھے تو مجھے پتہ چلا کہ داجی گلؒ وغیرہ لاہور جا رہے ہیں، میں نے ابا جان سے کہا کہ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ جاؤں گا تو ابا جان نے کہا کہ نہیں بچے نہیں جاتے تو میں ضد کرنے لگا اور زمین پر لیٹ کر رونے لگا۔ (اتنے میں داجی گلؒ تیار ہو کر نیچے تشریف لائے اور پوچھا کیا بات ہے راشد کیوں رو رہا ہے تو دادی جان مرحومہ نے بتایا کہ یہ بھی جانے کی ضد کر رہا ہے آپ لوگوں کے ساتھ لیکن (مولانا) سمیع الحق نے منع کیا ہے کہ داجی گل کو تنگ کرے گا راستہ میں، داجی گلؒ نے مجھے زمین سے اٹھایا اور امی جان سے کہا کہ اسے فوراً کپڑے پہنا دو میں اسے خود اپنے ساتھ لے جاؤں گا داجی گلؒ کی شفقت اور مہربانی سے میں نے تقریب میں شرکت کی اور پہلی دفعہ لاہور کی سیر کی اور دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابرین سے ملاقات کی اور زیارت و استفادہ کیا۔

مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی مجلس میں ایک لطیفہ

اس تقریب کی مناسبت سے ایک لطیفہ بھی مجھے یاد آرہا ہے، دستار بندی کی تقریب کے بعد مہمانوں کے لیے دعوت کا اہتمام تھا۔ داجی گلؒ کے ساتھ پہلو میں حامد الحق بھائی اور میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے سروں پر دھوپ روکنے والی ٹوپیاں تھیں تو حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے میرے سر سے وہ ٹوپی اتار کر نیچے رکھ دی اور فرمایا کہ مولوی یہ ٹوپی نہیں پہنتے، یہ تو انگریز پہنتے ہیں، تو میں نے فوراً حضرتؒ کو جواب دیا کہ میں تو مولوی نہیں بنوں گا مولانا قاری طیب صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ کیوں نہیں میں نے کہا اس لیے کہ میں ڈاکٹر بنوں گا فرمایا کہ مولوی کیوں نہیں بنو گے؟ میں نے کہا مولوی جو ہوتے ہیں وہ پرائی دعوتوں کے پیچھے پھرتے ہیں اور اپنے گھر کھانا نہیں کھاتے یہ سننا تھا کہ پوری محفل کشت زعفران ہو گئی اور تمام حضرات بہت زیادہ ہنستے رہے اور پھر مجھے مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے نصیحت کی کہ اپنے عظیم دادا جان کی طرف دیکھو اور اپنے والد کو کہ پوری دنیا میں ان کے شاگرد ہیں اور تم بھی انشاء اللہ بڑے مولوی بنو گے میں نے کہا کہ ٹھیک ہے، تقریب کے بعد داجی گلؒ اور ابا جان نے مجھ سے کہا کہ تم بھی حرص کر لو کہ تمہاری بھی اسی طرح سے دستار بندی کریں گے اور بہت بڑی دعوت کریں گے۔ اور آج اسی نصیحت اور دعاؤں کی برکت سے میں نے قرآن مجید جیسی عظیم نعمت حاصل کی حضرت داجی گلؒ کی دعاؤں کے صدقے اللہ کریم علم کی دولت بھی عطا فرمائے گا۔

مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب سارے لوگوں کے سامنے داجی گلؒ اور علماء اور اساتذہ نے میری دستار بندی اپنے مبارک ہاتھوں سے کی تو داجی گلؒ نے میرے سر پر [illegible] قرآن شریف رکھا جو مجھے میرے استاذ قاری عمر علی صاحب نے تحفہ میں دیا تھا۔

داجی گلؒ کی دعا اور خاندان کے ۳۰ بچے حفظِ قرآن اور تحصیلِ علم کی راہ پر

قرآن مجید کے حوالہ سے ایک دوسرا واقعہ بھی یاد ہے جب ہمارے پھوپھی زاد بھائی حافظ ارشد علی کے قرآن ختم کے بعد پشاور سے واپسی پر حضرتؒ قبرستان تشریف لائے جو دار الحفظ سے ملحق ہے، دادی جان کے مزار پر فاتحہ کے لیے اور یہ دفن کے بعد پہلی مرتبہ تشریف لائے تھے تو اس وقت دادی جان کی قبر سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ آپ کو نیا گھر مبارک ہو اور پھر دعا فرمائی اور آپ نے فرمایا کہ میں ابھی تمہارے نواسے کے ختم کی تقریب سے آرہا ہوں تو آپ کو بھی یہ خوشی مبارک ہو اور فرمایا کہ میں راشد (راقم) اور ارشد سے بڑا خوش ہوں کہ یہ ہمارے سروں پر تاجِ شرافت رکھے ہوئے ہیں اور دادی جان کی قبر کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا کی کہ اللہ آپ کے سب نواسوں پوتوں کو عالم اور حافظ باعمل بنائے اور آج اسی دعا کا نتیجہ ہے کہ آج الحمد للہ میرے حافظ بننے کے بعد تقریباً ہمارے خاندان کے ۲۵، ۳۰ بچے اور بچیاں

حفظ قرآن کی نعمت عظیمہ کو حاصل کر رہے ہیں اور کئی ایک حافظ ہو چکے ہیں۔

سفر کے اصول

سفر کی بات جاری تھی تو داجی گلؒ اجلاس میں شرکت کے لیے جاتے تو ہم بچے بھی اکثر آپ کے ساتھ جاتے حسب معمول داجی گلؒ کے ساتھ میں اگلی سیٹ پر بیٹھتا۔ سفر کے لیے داجی گلؒ کے یہ اصول بڑے سخت اور گراں ہوتے آپ فرماتے کہ ہمیشہ وقت سے پہلے روانہ ہونا چاہیے تاکہ صبح وقت پہنچ جائیں تاکہ خود شرمندگی سے بچیں اور لوگوں کو انتظار نہ کرنا پڑے اور اپنے انہی اصولوں پر زندگی بھر عمل کیا اور ہم سب کو بھی اس کی تلقین کرتے اور خصوصاً اباجی کو اکثر فرماتے کہ آپ اکثر باہر آتے جاتے ہیں۔ جلاسوں میں اور رات کو بڑی دیر سے آتے ہیں اور ہم سب کو بڑی پریشانی لاحق ہوتی ہے اگر راستے میں نماز کا وقت ہو جاتا تو فوراً گاڑی رکواتے اور وہیں سڑک کے کنارے جائنماز بچھاتے اور نماز پڑھتے۔ دوران سفر داجی گلؒ کو میں کبھی کبھی اخبار سناتا اور داجی گلؒ سنتے رہتے اگر کوئی اہم یا مطلب کی خبر ہوتی یا شریعت بل کے حوالہ سے بات ہوتی حمایت میں یا مخالفت میں کوئی بیان ہوتا یا اباجان کا بیان ہوتا تو پھر تمام بیان سنانے کے لیے کہتے اور تبصرہ بھی فرماتے۔

جب اسمبلی کے اجلاس میں جاتے

اجلاس میں شرکت کے لیے داجی گلؒ جاتے تو میں بھی ایک دفعہ ان کے ساتھ تھا۔ اسمبلی کی عمارت میں جب گاڑی داخل ہوتی تو سارا سٹاف اور پولیس والے سلام کرتے اور بھاگ کر آپ کے لیے دروازہ کھولتے بڑے بڑے سیاست دان ممبر وزراء سب داجی گلؒ سے نہایت ادب و احترام سے ملتے اور راستہ چھوڑتے اور دعا کے لیے کہتے تو مجھے اس وقت داجی گلؒ کی عظمت اور ان کا ممتاز مقام اور ان کی تواضع اخلاق آسمان کی بلندیوں سے زیادہ محسوس ہوتا۔

ہندوستان کا سفر

میری زندگی کا ایک یادگار اور تاریخی سفر جب دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات دیوبند میں منعقد ہو رہی تھیں جس میں شرکت کے لیے پاکستان سے بھی قافلے جا رہے تھے داجی گلؒ بھی خصوصی دعوت پر تشریف لے جا رہے تھے ساتھ میں اباجان اور چچا مولانا انوارالحق، شفیق بھائی جان اور حامد بھائی اس قافلے میں شریک تھے اس قافلے کی خاص بات یہ تھی کہ پورے قافلے میں ہم دو ہی بچے تھے یعنی میں اور حامد بھائی، اس تاریخی سفر کا ایک ایک لمحہ مجھے یاد ہے جیسے کل ہی کی بات ہو لیکن یہاں گنجائش نہیں ہے پوری ٹرین میں میلے کا سماں تھا سارے ملک کے علماء۔ اور سیاستدان ایک ہی ٹرین میں سفر کر رہے تھے اور خصوصاً حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور دیگر اکابر علماء۔ پورے راستے کو بڑے اہتمام سے سجایا گیا تھا۔

سارے راستے کو بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا جب ہم امرتسر اسٹیشن پر پہنچے تو بڑی تعداد میں لوگ استقبال کے لیے آتے ہوتے تھے مسلمانوں کے ساتھ ان میں سکھ اور ہندو بھی بڑی تعداد میں آتے تھے۔

استقبال

وہ مہمانوں کی ضیافت چائے اور فروٹ وغیرہ سے کر رہے تھے۔ ٹرین میں ہم سب کو چائے مل رہی تھی جسے ایک ہندو لڑکا تقسیم کر رہا تھا مجھے بھی چائے ملی لیکن میں نے انکار کر دیا کہ میں ہندو کے ہاتھ کی چائے نہیں پیوں گا داجی گلؒ میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے داجی گلؒ مسکرائے اور فرمایا کہ بیٹا ایسا نہیں ہم کسی کا دل نہیں دکھاتے یہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے منہ سے نہیں لگائی یہ اتنی محبت سے لائے ہیں محبت سے جو بھی چیز دی جاتی ہے اس کو فراخ دلی اور مسکراتے چہرے سے قبول کرنا چاہیے، ہمارا سفر جاری تھا اور تقریباً ۲ دن میں سفر مکمل کیا ہم صبح کے وقت دلی اسٹیشن پہنچے اور وہیں صبح کی نماز پڑھی پھر دیوبند کی طرف روانہ ہو گئے دارالعلوم دیوبند میں ہم کو ایک بڑا کمرہ دیا گیا تھا جس میں ہم سب لوگ رہتے تھے۔

میں بھی سٹیج پر پہنچ گیا

جس دن بڑی تقریب تھی سٹیج پر بڑے بڑے علماء حضرات اور دوسرے ممالک سے تعلق رکھنے والے مہمان حضرات بھی تشریف فرما تھے اور انڈیا کی وزیر اعظم اندرا گاندھی بھی موجود تھیں، قاری جناب عبدالباسط صاحبؒ بھی موجود تھے جب جلسہ شروع ہوا تو میں نیچے جلسہ گاہ میں مولانا انوارالحق چچاجان کے ساتھ بیٹھا تھا اور میں چاہتا تھا کہ میں بھی سٹیج پر پہنچ جاؤں میں سیڑھیوں پر چڑھنے گیا تو پولیس آفیسر نے مجھے روکا تو میں نے کہا کہ وہ دیکھو میرے دادا جان اور اباجان تمہارے ملک کے وزیر اعظم کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور مجھے بھی بلایا ہے پولیس افسر نے ہنس کر مجھے اجازت دے دی اور میں داجی گلؒ کے ساتھ بیٹھ کر باقی جلسہ سنا جلسے کے بعد دادا جان نے بھی قاری عبدالباسط سے مجھے ملایا میں اندرا گاندھی سے بھی ملا دارالعلوم دیوبند میں قیام کے وقت ہم کو داجی گلؒ نے اپنے کمرہ میں اپنے طالب علمی اور دیوبند میں تدریس کے زمانہ کے واقعات سناتے۔

درخت پر آشیانہ بنایا جو مطالعہ گاہ تھی

ان میں سے ایک واقعہ نذر قارئین ہے۔ داجی گلؒ نے فرمایا کہ میں ابتدائی کتابیں پڑھنے کے لیے طلوروگیا تھا (یہ مردان کے ساتھ قریبی قصبہ ہے) تو مدرسے سے پڑھائی کے بعد میں نے کھیتوں میں اپنے مطالعہ کے لیے ایک درخت پر جگہ بنائی تھی اپنے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء لے کر شام تک وہیں بیٹھتا تھا۔

بچوں کے ساتھ کھیلنے سے اجتناب کا ایک دلچسپ واقعہ

اس ضمن میں ایک دوسرا واقعہ بھی ہے داجی گل رح کے بڑے بھائی محترم جناب نورالحق صاحب نے مجھے سنایا، فرماتے ہیں کہ بچپن میں مَیں نے تمہارے داداجان سے کہا کہ آؤ گلی میں کھیلتے ہیں تو تمہارے داداجان نے کہا کہ نہیں گلی میں نہیں کھیلتے بلکہ باہر کسی ویرانے یا کسی دور جگہ میں کھیلیں گے اس لیے کہ مجھے ڈر ہے کہ گلی کے بچے کہیں میری والدہ محترمہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ نہ کہیں ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

پڑھنے کی جگہ

حضرت داجی گل رح نے ایک واقعہ یہ بھی سنایا کہ میں بچپن میں ایک دفعہ سکول پڑھنے گیا اور یہی میرا پہلا دن تھا جب میرے والد صاحب کو پتہ چلا تو مجھے ڈھونڈ نکالا اور فرمایا یہ تمہاری جگہ نہیں ہے اور مجھے مسجد لے گئے اور فرمایا یہ تمہارے پڑھنے کی جگہ ہے ؎

ذوق اس بحرِ فنا میں کشتیٔ عمرِ رواں
جس جگہ پر جا لگی بس وہ کنارا ہو گیا

لاکھوں مسلمانوں کا سہارا

دل و دماغ پر یادوں کا اِک غبار سا ہے اور مزید لکھنا بھی میرے لیے مشکل سفر کی بات جاری تھی داجی گل رح کے ساتھ میں نے سفر ان کی گود سے شروع کیا اور سوچا تھا کہ عمر بھر کا ساتھ ہوگا اور ہمارے سروں پر ان کا سایہ تا زندگی ہمیشہ رہے گا اور یہ زندگی کی کشتی یوں ہی رواں دواں رہے گی لیکن اچانک یکا یک ایک طوفان آیا ہماری زندگیوں میں اور ہمیں بے آسرا کر دیا۔ اگرچہ فی الحقیقت وہ گھڑی قیامت کی نہ تھی لیکن ہمارے لیے وہ گھڑی قیامت صغریٰ سے بھی کم نہیں تھی کہ وہ علم و عمل تواضع و اخلاق سے مزین اور شان و شوکت اور علم کا بحرِ بے کراں رُک گیا اور وہ اُفق کا ستارہ جو میرے جیسے گناہگاروں کے لیے راہنمائی کا کام دے رہا تھا وہ جو راہ سے بھٹکے ہوتے انسانوں کے لیے روشنی کا مینار تھا اور لاکھوں مسلمانوں کا آخری سہارا تھا اور وہ ستارہ کہاں ڈوب گیا۔

ہمیں پتہ تک نہ چل سکا اور ہم سے انجانے میں وہ گوہر نایاب کہاں کھو گیا میں نے موت سے کہا ؏

وہ لوگ تو نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
ڈھونڈا تھا آسماں نے جنہیں خاک چھان کر

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے ذروں سے انسان نکلتے ہیں

ہسپتال میں آپ کے ساتھ آخری ایام

داجی گل رح ویسے تو کئی سالوں سے بیمار تھے اور شدید سے شدید بیماری میں بھی وہ ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتے جب کوئی ان سے پوچھتا کہ حضرت طبیعت کیسی ہے آپ فرماتے کہ الحمد للہ بالکل ٹھیک ہوں لیکن اچانک ان پر فالج نے حملہ کیا اور انہیں فوری طور پر خیبر ہسپتال پشاور میں داخل کرایا گیا ہسپتال میں داجی گل رح تقریباً ایک ماہ تک رہے۔ وہاں خوش قسمتی سے میں بھی آخری وقت تک ان کے ساتھ رہا اور کچھ حقیر سی خدمت کی اور ان کی دعاؤں میں اپنی جگہ بنانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

کیا وہ ایک فرشتہ تھے

بچپن میں کبھی مَیں یہ سوچتا کہ شاید داجی گل رح انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہیں اور اگرچہ درحقیقت میں آپ کو فرشتہ نہیں سمجھتا تھا لیکن ان کی صفات اور کمالات اور ان کا مقام تواضع اور ممتاز مقام اور نورانی شکل دیکھ کر ان پر فرشتہ کا گماں ہوتا تھا اور میں یہ سوچتا کہ شاید ہم جیسے گناہگاروں کی اصلاح کے لیے اور ملک و ملت کی راہنمائی کے لیے بھی آپ انسان کے روپ میں آتے ہیں۔ جس طرح سے بعض قوموں کی اصلاح کے لیے ملائکہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے پاس آتے تھے انسانوں کے روپ میں۔

کہیں مدت سے ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ میخانہ

ڈاکٹروں کی تمنا

داجی گل رح پر جب فالج نے حملہ کیا تو ٹھیک دو تین دن بعد آپ بالکل صحت یاب ہو گئے تھے اور عام طور پر کسی مریض کو فالج ہوتا ہے تو مدتوں ٹھیک نہیں ہوتا لیکن داداجان کی کرامت تھی کہ آپ چند ہی دنوں میں ٹھیک ہو گئے ڈاکٹر بھی حیران تھے کہ اتنی جلدی سے مرض کیسے رفع ہوا ہسپتال کا عملہ اور بڑے بڑے ڈاکٹر بھی اپنے لیے آپ کی خدمت کو عبادت سے کم نہیں سمجھتے تھے اور اکثر مہمانوں کے بجائے کمرے میں ڈاکٹروں کا مجمع لگا رہتا اور ہر ڈاکٹر اور ہر نرس کی یہ خواہش ہوتی کہ اسے زیادہ خدمت کا موقع مل سکے اور سب دعاؤں کے لیے اور تعویذ وغیرہ کے لیے کہتے اسی طرح رشتہ داروں طلبہ اور داجی گل رح کے مریدوں کی یہ ہی خواہش تھی کہ ہسپتال میں آپ کی خدمت کے مواقع مل سکیں لیکن ڈاکٹروں نے سخت منع کیا تھا کہ ایک دو آدمیوں کے علاوہ کسی کو بھی ٹھہرنے کی اجازت نہیں اس لیے کہ

حضرتؒ کو آرام کی ضرورت ہے۔

ملک میں منادی

لیکن پھر بھی چار پانچ آدمی ہمہ وقت آپ کے پاس موجود رہتے اور ان خوش نصیبوں میں راقم بھی موجود تھا پہلے روز سے آخر روز تک آپ کے پاس صبح سے شام تک مہمانوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوتا کبھی کبھی تو ایسا معلوم ہوتا کہ پورے ملک میں منادی ہوگئی ہے آپ کے علالت کی، لیکن حقیقت میں ہم نے کسی کو بھی نہیں کہا تھا اصل میں قدرتی طور پر لوگوں کو پتہ چل گیا تھا کہ اس صدی کے آخری محدث مرد قلندر ولی کامل شیخ و مرشد استاذ العلماء شاید ان سے نہ بچھڑنے والے ہیں کبھی کبھی تو شام کے وقت ایسا معلوم ہوتا کہ پورا شہر ٹوٹ پڑا ہے۔

جب ہسپتال کا صحن مسجد کا منظر پیش کرتا

حضرتؒ کے دیکھنے کے لیے لوگ ٹولیوں کی شکل میں آتے اور مہمانوں کا آپ سے ملاقات کرانا ناممکن ہوجاتا تو حضرت کو باہر صحن میں لے آتے اور زمین پر چادر بچھاتے اور سب لوگ بیٹھتے، حضرتؒ کرسی پر ہوتے اور باقی لوگ نیچے چادروں پر بیٹھے ہوتے ان میں ڈاکٹر بھی ہوتے علماء بھی ہوتے، آپ کے شاگرد بھی ہوتے کاروباری حضرات بھی ہوتے۔ اور سب دعاؤں کے لیے کہتے اور اکثر ڈاکٹر داداجان سے جو ان کے مریض تھے دعا اور شفا کے لیے کہتے حضرتؒ مسکراتے اور فرماتے کہ میں تو آپ کا مریض ہوں میرے لیے آپ دعا کریں۔ ڈاکٹر کہتے کہ حضرت ہم اپنے مریض سے بہت کچھ سیکھ رہے ہیں اور آپ کی خدمت کر کے دلی سکون پہنچتا ہے اور پھر وہیں پر نماز مغرب ہوتی اور ہسپتال کا صحن کسی مسجد سے کم نہ ہوتا تھا۔

پھرتے ہیں آنکھوں میں اب تک جلوہ ہائے بزم دوست
کیسی کیسی صحبتیں خواب پریشاں ہوگئیں

میں ان سے اب ملوں گا

ایک دن دوپہر کے وقت اچانک کچھ مہمان آتے کمرے میں اور حضرتؒ کی آنکھ کھل گئی ہم نے مہمانوں سے کہا کہ حضرتؒ کو بہت زیادہ تکلیف ہے شام کو ملیں گے۔ داجی گلؒ نے کہا کون ہے ہم نے کہا مہمان ہیں آپ نے فرمایا نہیں میں اب ہی ملوں گا اتنی دور سے آتے ہیں دوپہر میں۔

یہ مناسب نہیں کہ میں آرام کروں اور مہمان انتظار کرے

مہمان نوازی کی مناسبت سے ایک واقعہ یہ بھی سن لیجئے، ایک دفعہ حضرتؒ مدرسے سے گھر تشریف لاتے ایک بجے کا وقت تھا کھانا کھایا نماز پڑھی آنکھوں میں دوائی ڈالی اور سو گئے اتنے میں باہر بیٹھک میں کوئی مہمان آیا تو کسی بچے نے حضرتؒ کو نیند سے اٹھایا تو حضرتؒ نے کہا کہ مہمان کو اوپر بالائی منزل (جہاں حضرتؒ ٹھہرتے) لے آؤ میں حضرتؒ کے کمرے میں حاضر ہوا اور ان سے کہا کہ مہمان کو میں نے بٹھا دیا ہے شام کو آپ مل لیں گے آپ نے ابھی دوائی آنکھوں میں ڈالی ہے کچھ آرام کرلیں حضرتؒ نے فرمایا کہ نہیں مہمان کو اوپر لے آؤ یہ مناسب نہیں کہ میں یہاں آرام کروں اور مہمان میرا انتظار کرے میں مہمان کو اوپر لایا اور مہمان سے آپؒ حسب معمول اٹھ کر ملے ویسے تو مہمان دیکھنے میں ایک عالم نظر آرہا تھا سفید کپڑے پہنے تھے سفید داڑھی تھی لیکن تھوڑی دیر میں مجھے پتہ چلا کہ وہ شخص پاگل ہے اور ذہنی مریض تھا اور حضرت سے الٹے سیدھے سوال کرنے لگا کبھی کہتا تھا کہ وضو میں کتنے فرض ہیں اور کبھی کہتا کہ روزہ سال میں ایک دفعہ کیوں فرض ہے سارا سال کیوں نہیں ہوتا۔ حضرت کو کافی دیر تک تنگ کیا، میں نے حضرت سے کہا کہ ان کو لے جاؤں حضرت نے کہا کہ نہیں بیٹھے دو اس کی تسلی مجھ سے ہو رہی ہے،

حضرتؒ نے پاگل شخص کو دوبارہ بلالیا

اتفاق سے وہی شخص کچھ عرصہ بعد پھر دوپہر میں حضرتؒ سے ملنے کے لیے آیا اور کسی نے آپ کو اطلاع دی جب میں نے بیٹھک میں دیکھا تو وہی ذہنی مریض شخص تھا میں نے اس سے کہا جاؤ حضرتؒ گھر پر نہیں ہیں حضرت نے مجھے بلایا کہ کون تھا میں نے کہا کہ یہ وہی پاگل شخص تھا کچھ عرصہ پہلے جو آپ سے ملنے کے لیے آیا تھا حضرتؒ نے فرمایا اب کہاں ہے میں نے کہا کہ میں نے اس کو رخصت کر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ بیٹا وہ شخص ٹھیک تھا یا پاگل آخر وہ ہمارا مہمان تھا اور اتنی دور سے آیا تھا اور تم نے بغیر ملائے اسے رخصت کیا ہے جاؤ اور اسے بلاؤ میں نے کہا کہ حضرت آپ آرام کر رہے ہیں یہ مناسب نہیں ہے لیکن حضرت کا حکم تھا اور آپ کا حکم میرے لیے فرض سے کم نہیں تھا۔

ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

میں نے بلایا اور پھر اسی طرح سے حضرت کو تنگ کرنا شروع کیا میں سوچتا ہوں کہ اس حد تک مہمان نوازی کا اور کسی کا دل رکھنا آجکل کے انسانوں کا شعار نہیں ہے اور میرے خیال میں یہ صفات و کمالات حضرتؒ کی ذات کے ساتھ مختص تھیں ہم جتنی بھی کوشش کریں لیکن مشکل ہے بلکہ ناممکن سا لگتا ہے۔

حضرتؒ کی ایک پیشین گوئی جو پوری ہوئی

ہسپتال کی بات جاری تھی ابا جان اور پورا خاندان حج پر گیا ہوا تھا اور واپسی پر پشاور ایئرپورٹ پر اترے تو سیدھے ہسپتال آتے اس دن ہسپتال میں سارا خاندان جمع تھا ابا جان وغیرہ داجی گلؒ سے گلے مل رہے تھے اور داجی گلؒ نے ابا جان سمیت حج سے آنے والے تمام افراد کو چوما

(باقی ص ۱۸۲ پر)